رسولُ اللہ بہ حیثیّتِ داعئِ توحید

ملک محمد فیروز فاروقی

عقیدۂ توحید دین اسلام کی اساس و بُنیاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے سب سے زیادہ زور اسی عقیدہ کی تشریح و توضیح پر دیا۔ سینکڑوں آیات میں نہایت وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ خالقِ کائنات کی وحدانیت پر ایمان، انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا ہے جس سے انکار و انحراف انسانی فطرت کے بنیادی اصولوں کے خلاف صریحاً بغاوت ہے۔ قرآن کریم نے شرک کی مذمت بھی واضح انداز سے کی ہے اور بتایا ہے کہ خالقِ کائنات کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا عقیدۂ توحید کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر رسولوں کی بعثت کا مقصد ہی یہ بتایا گیا ہے کہ خالق کائنات کی وحدانیت کے عقیدہ کو پھیلایا جائے اور ہر قسم کے شرک سے روکا جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام کی دعوت کا مرکز و محور یہ رہا ہے کہ "مالکم من الٰہٍ غیرہٗ" اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔ قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا لیکن شرک کو معاف نہیں کریگا۔

اللہ تعالیٰ کے آخری رسُول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زندگی میں سب سے زیادہ زور اسی عقیدہ کی وضاحت اور تبلیغ پر دیا اور ایمان لانے والوں کو بار بار تاکید کی کہ شرک سے بچیں خواہ انہیں زندہ جلا دیا جائے یا قتل کر دیا جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عقیدہ کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کی تشریح کی۔ لفظ اللہ کی وضاحت کی۔ اس کے معانی اور قوانینِ اطلاق بیان کئے۔ اور بتایا کہ عقیدۂ توحید پر ایمان کے عملی تقاضے اور منطقی نتائج کیا ہیں؟ شرک کا مفہوم بتایا اور اس کے نقصانات و نتائج سے آگاہ کیا۔ اہلِ عرب نے حیات طیبہ کے مکّی دور میں آپ کو جس قدر تکالیف دیں اور دکھ پہنچائے ان سب کے پس منظر میں یہی اختلاف کارفرما تھا کہ آپؐ نے عقیدۂ توحید کی ایسی توضیح پیش کی تھی جس میں شرک کے لئے کوئی چور دروازہ نہیں رہنے دیا گیا تھا۔

بعثت کے بعد حضورؐ کو حکم ہوا کہ اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کو عذاب آخرت سے آگاہ

کیجئے اور انہیں شرک کے عواقب سے خوف دلائیے۔ اس کے معاً بعد یہ حکم دیا گیا کہ دین اسلام کی دعوت کا وانشگاف اعلان کر دیجئے اور شرک کرنے والوں سے روگردانی کر لیجئے (۱) اسی مقصد کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے اور مکہ کے باشندوں کو پکارا۔ معاشرہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ سلوک اور حسنِ اخلاق کے باعث لوگ آپ کے متعلق بہت اچھے خیالات رکھتے تھے لہٰذا کام کاج چھوڑ کر لبیک کہتے ہوئے کوہ صفا کے دامن میں جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے قریش! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب میں ایک بڑی فوج چھپی ہوئی ہے تو کیا تم میری اس بات کو صحیح مان لو گے"؟

اہلِ قریش نے جواب دیا:-

ہاں! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہم آپ کی بات کو صحیح تسلیم کر لیں گے، اس لئے کہ آپ صادق و امین ہیں۔

تب آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! تم پر عذاب نازل ہونے سے پہلے میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں، اے بنو عبدالمطلب! اے خاندان عبدالمناف! اے ابنائے زہرہ! اے اولاد تیم! اے قبیلہ مخزوم والو! اے فرزندان اسد، سب غور سے سنو! کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ قرابت داروں کو عذابِ آخرت سے آگاہ کروں اور اگر تم نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نہ کہا تو میں دنیا و آخرت میں تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا۔"

یہ سن کر آپ کا حقیقی چچا ابولہب اٹھا اور کہنے لگا:-

"اے محمدؐ، تو سدا برباد رہے، ایسے کام کے لئے آج کے دن تو نے ہمیں یہاں بلایا" (۲)

---

(۱) القرآن الکریم، الشعراء ۲۱۴ - ۲۱۶، الحجر: ۹۴

(۲) اس واقعہ کی تفصیلات سیرت اور تاریخ کی تمام کتابوں میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث کی کتابوں میں بھی یہ واقعہ بیان ہوا ہے۔

(صحیح بخاری جلد دوم ص۷۰۲، اور صحیح مسلم، جلد اول ص۱۱۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعظ کے واقعہ کو عام طور پر ایک معمولی واقعہ خیال کر کے اس پر کوئی غور و فکر نہیں کیا جاتا۔ پھر تاریخ بتاتی ہے کہ مشرکین عرب نے ہر موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی انہیں تکالیف پہنچائیں۔ تنگ کیا اور طرح طرح کے الزامات لگائے۔ کوہ صفا کا یہ واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور بس۔ حالانکہ اس واقعہ کی تفصیلات اپنے اندر عقیدۂ توحید سے متعلق چند نہایت اہم حقائق کو لئے ہوئے ہے جن پر غور کرنے سے عقیدۂ توحید کا صحیح مفہوم و مدّعا اپنی واضح ترین صورت میں سامنے آجاتا ہے۔ حاضرین اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ اہلِ عرب نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا تھا انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق گوئی پر اس قدر یقین تھا کہ وہ تو ایسی بات بھی تسلیم کرنے کو تیار تھے جس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہو۔ لیکن جب اسی سچی زبان نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کا درس دیا تھا۔ تو اہلِ قریش بگڑ گئے اور انہوں نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ باشندگان عرب خدا کی ہستی کے منکر تھے؟ یا مذہب سے برگشتہ؟ یا وہ کئی خداؤں کے قائل تھے ؟

قرآنِ کریم نے جا بجا ان لوگوں کے عقائد و نظریات پر روشنی ڈالی ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ لوگ مذہب سے برگشتہ نہیں۔ بلکہ مذہب میں یقین رکھتے تھے، مانتے تھے کہ اس کائنات کو ایک خالق نے پیدا کیا ہے۔ وہی اس کے تمام امور کی تدبیر و تنظیم کرتا ہے وہی اس کائنات میں بسنے والوں کو آسمان اور زمین سے روزی بہم پہنچاتا ہے۔ ان کا یہ بھی ایمان تھا کہ اللہ ہی ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے اور ناکارہ زمین کو دوبارہ قابلِ کاشت بناتا ہے۔ وہی ذات زندگی اور موت پر قادر ہے اور اسی کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہیں۔ قرآنِ کریم نے یہ حقیقت کھول کھول کر اور بار بار بیان کی ہے کہ اہلِ عرب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایجابی قسم کے عقیدۂ توحید پر کبھی اختلاف نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دین اسلام کے واشگاف اعلان کا حکم ہوا تو انہوں نے کوہ صفا کے دامن میں باشندگان مکّہ کو جمع کر کے لا الٰہ الا اللہ کا سبق دیا۔ آپ نے ان سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ خدا کی ہستی پر ایمان لاؤ۔ اسے کائنات کا مالک، خالق و مختار اور رازق تسلیم کرو۔ اگر عقیدہ توحید کا مفہوم خدا کی ہستی اور اس کے اختیارات پر ایمان لانا ہی لیا جائے تو اس سے اہلِ عرب کو کوئی اختلاف نہ تھا وہ تو خود اس مفہوم کے قائل تھے۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ کا یہ مفہوم متعین کیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ الوہیت میں کسی ہستی کو کسی لحاظ سے بھی شریک نہیں کیا جا سکتا تو ایجابی توحید پر ایمان رکھنے والے ان مشرکین عرب نے اس سے سخت اختلاف

کیا۔ قرآن کریم نے بیان کیا ہے :

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ھٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ط قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ج اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ج اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ٥

جب ان لوگوں کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو ہماری ملاقات کی امید نہ رکھنے والے کہتے ہیں کہ اس قرآن کی جگہ کوئی اور قرآن لائیے یا پھر اس کو بدل دیجئے۔ کہہ دیجئے اے پیغمبر کہ قرآن کو بدل دینا میرا کام نہیں ہے۔ میں تو اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (۳)

مشرکین قرآن کے کس حصہ میں تبدیلی اور ترمیم کے طلب گار تھے ؟ قرآن نے اس کی وضاحت بھی کی ہے سورہ صٓ میں ہے۔

اَجَعَلَ الْاٰلِھَةَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ٥

کیا اس پیغمبر نے اتنے الٰہوں کا ایک ہی اِلٰہ بنا دیا ہے۔ یہ تو بڑے تعجّب کی بات ہے (۴)

سورۃ صٰفّٰت میں ہے :۔

اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ٥

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔ تو وہ غرور کرتے ہیں (۵)

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اختلاف کی بنیادی وجہ لفظ اِلٰہ کی تشریح و توضیح تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بار بار اس لفظ کے صحیح مفہوم کو واضح کیا اور ان حدود کو متعین کیا جو توحید اور شرک کو ایک دوسرے سے الگ کرتی ہیں۔ ذیل میں آیات قرآنی اور ارشادات نبوی کی روشنی

---

(۳) القرآن الکریم ، یونس۔ ۱۵

(۴) " صٓ ۵

(۵) " صٰفّٰت ۳۵

© rasailojaraid.com

© rasaillejarala.com

میں انہیں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائی تھے۔ جب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور سورۂ توبہ کی آیت ۳۱ نازل ہوئی کہ "نصرانیوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے بعد ربّ بنا لیا ہے حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک الٰہ کی عبادت کریں" تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قرآن کے ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ جبکہ ہم نے نصرانی ہوتے ہوئے اپنے علماء اور مشائخ کی عبادت کبھی نہیں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہارے علماء نے جو چیزیں ازخود حلال یا حرام قرار دی تھیں تم انہیں مانتے تھے اور ان کی ہر بات کو حجّت تسلیم کرتے تھے! حضرت عدی رضؓ نے کہا! ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

فذالك عبادتهم اياهم

کہ یہی ان کی عبادت ہے۔ (۶)

اس ارشادِ نبویؐ سے ثابت ہوا کہ کسی کو رب ماننے کے لئے ضروری نہیں کہ اسے کائنات کا خالق و مالک مان لیا جائے۔ بلکہ اگر اللہ کی کسی ایک صفت میں بھی کسی کو شریک کیا جائے (خواہ وہ مسیح ابنِ مریم ہوں یا کوئی اور برگزیدہ ہستی) تو یہ بھی شرک ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ نصرانی اپنے اس شرک کے معترف کبھی نہیں رہے یہی وجہ ہے کہ عدی بن حاتم رضؓ کو اس پر تعجب ہوا کیونکہ ان کے خیال میں بات صرف اتنی تھی کہ وہ اپنے علماء اور مشائخ کی ہر بات کو سند اور حجت تسلیم کرتے تھے اور ایسا کرنا ان کے خیال میں عقیدتمندی کا تقاضا تھا اسی چیز کو قرآن کریم نے شرک قرار دیا۔ اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ عبادت صرف یہی نہیں کہ کسی کو ربّ مان کر اس کے سامنے سر جھکایا جائے یا سجدہ کیا جائے۔ بلکہ دین میں غیر اللہ کو سند اور حجّت ماننا بھی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی صفات الوہیت میں شریک ٹھہرانا ہے۔ اس واقعہ سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور دوران گفتگو ایک موقع پر کہا "ماشاء اللہ وشئت" کہ وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا، اور اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم آپ چاہیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا اجعلتني لله ندا" کہ کیا تو نے مجھے خدا کا شریک بنا لیا ہے؟

۶۔ جامع ترمذی جلد دوم صد ۱۳۶

یوں کہو کہ ماشاء اللہ وحدہٗ کر دیں ہو گا جو صرف خدا چاہے گا (۷) یہ تو ظاہر ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک الگ اور مستقل خدا سمجھ کر ایسا نہیں کہا تھا بلکہ سادہ سی بات ہے کہ اس نے عقیدت کے رنگ میں محبت کا اظہار کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے اور یہی چیز شرک کا دروازہ کھولتی ہے لہٰذا آنحضرت نے اس شخص کو سختی سے منع کر دیا۔

آنحضرت کے اس ارشاد سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ شریک بنانے سے مراد لازمی طور پر یہ نہیں ہے کہ خداؤں کی تعداد دو یا تین قرار دی جائے بلکہ اگر یہ عقیدہ رکھ کر بھی کسی ہستی کو صفات الوہیت میں شریک کیا جائے کہ یہ خود نہیں کر سکتا بلکہ خدا نے اسے یہ طاقت دے رکھی ہے۔ تو یہ بھی شرک کے زمرہ میں شمار ہو گا۔ مشرکین عرب اسی نوعیت کے شرک میں مبتلا تھے۔ قرآن کریم نے کہا ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ

یہ لوگ اللہ سے نیچے ان کو پوجتے ہیں جو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ ہستیاں اللہ کے ہاں سفارشی ہیں۔ (۸)

سورہ زمر میں کہا گیا ہے:۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ،

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اولیا (کارساز) بنا لئے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم انہیں اس لئے پوجتے ہیں کہ ہمیں خدا کے حضور مقرب بنا دیں۔ (۹)

مشرکین کے اس نظریہ کی وضاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں کی ہے کہ وہ لوگ جب

---

(۷) ادب المفرد، امام بخاری صہ ۱۰۷، مسند امام احمد بن حنبل جلد اول صہ ۲۱۴، مشکل الآثار امام طحاوی صہ ۹۰، کتاب الاسماء والصفات صہ ۱۱۰، اسی سے ملتے جلتے الفاظ کنز العمال جلد دوم صہ ۱۴۴، کتاب الاعتبار صہ ۲۴۳ اور مجمع الزوائد جلد ہفتم صہ ۲۰۹ پر بھی موجود ہیں، اور محدثین نے تصریح کی ہے کہ رواۃ ثقات اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

(۸) القرآن الکریم، یونس۔ ۱۸ (۹) القرآن کریم زمر، ۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسجد حرام کا طواف کرتے تو کہتے لبیک لاشریک لک الا شریکاً ھو لک تملکہ وما ملک
اے اللہ ہم حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے سوائے اس کے جسے تو نے اختیارات دے رکھے ہیں تو اس کا مالک ہے وہ مالک نہیں ہے۔ (۱۰)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل کے مشہور و معروف واقعہ سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔ آپ فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کے خوف سے انتقام کے خوف سے مکہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بحیرہ احمر میں ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ راستے میں کشتی کو طوفان نے آگھیرا اور ڈوبنے لگی۔ ملاحوں نے کہا کہ اب ہمیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہیئے کیونکہ یہ ایسا موقعہ ہے کہ ہمارے من گھڑت الٰہ کام نہیں آسکتے۔ حضرت عکرمہ نے کہا کہ اگر ہمارے الٰہ مصیبت کے وقت کام نہیں آسکتے تو اطمینان و سکون کے وقت بھی کام نہیں آسکتے۔ اسی بات سے حضرت عکرمہ کے نظریات میں زبردست تبدیلی پیدا ہوگئی اور آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا اور کہا کہ یہی تو وہ سبق ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے شب و روز پیش کرتے رہتے ہیں (۱۱)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ دین کے معاملے میں جس غلو اور افراط و تفریط نے یہودیوں اور نصرانیوں کو گمراہ کر کے شرک میں مبتلا کر دیا ہے۔ اسی چیز نے عرب کی آبادی کو ضلالات فی الدین کا مرتکب بنایا ہے۔ اور یہ ایسی خوش کن چیز ہے جس سے مسلمانوں کا بچ جانا بہت مشکل ہے لہٰذا انہوں نے اپنے متعلق بارہا وضاحت کی ہے کہ:۔

یا ایھا الناس لا ترفعونی فوق قدری فان اللہ اتخذنی عبداً قبل ان یتخذنی نبیاً فذکرتہ لسعد بن المسیب

۱۰۔ صحیح مسلم جلد اول صہ ۳۷۶، مشکوٰۃ المصابیح جلد اول صہ ۲۲۴ ملاحظہ فرمائیے۔ اس تلبیہ میں شرک کا چور دروازہ کیسی خوبصورتی سے کھلا رکھا گیا تھا۔

عمرو بن لحی نامی شخص نے یہ تلبیہ ایجاد کیا تھا (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر دمشقی جلد دوم صہ ۱۸۸) اور اسی شخص نے ان شرکیہ نظریات کا عرب میں پرچار کیا تھا۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری علامہ ابن حجر قسطلانی جلد ششم صہ ۳۵۴)

۱۱۔ سنن نسائی جلد دوم صہ ۱۵۲، البدایہ والنہایہ ابن کثیر دمشقی جلد چہارم صہ ۲۹۸ الصارم المسلول شیخ الاسلام ابن تیمیہ صہ ۱۰۹

فقال و لبعد ما اتخذہٗ نبیًا۔

اے لوگو، تم مجھے میرے مرتبہ سے نہ بڑھاؤ۔ کیونکہ اللہ نے پہلے مجھے اپنا بندہ بنایا ہے۔ اور اس کے بعد نبوت کے مرتبہ و مقام پر فائز کیا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی بنانے کے بعد بھی آپ کو بندہ ہی رکھا ہے (۱۲)

ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا!

یا ایھا الناس لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسےٰ ابن مریم، انی عبد اللّٰہ ورسولہٗ فقولوا عبد اللّٰہ ورسولہٗ۔

اے لوگو تم مجھے نہ بڑھانا جیسا کہ نصرانیوں نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ ہٰذا تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو (۱۳)

قرآن کریم میں بھی متعدد مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرایا گیا ہے

قل لا املک لنفسی نفعاً و لا ضراً الا ماشاء اللّٰہ

کہہ دیجئے اے پیغمبر! میں اپنی جان کے لئے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ (۱۴)

قل انی لا املک لکم ضراً و لا رشداً

کہہ دیجئے اے پیغمبر! میں تمہارے لئے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ (۱۵)

مشرکین کا نظریہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جسے نبوت اور رسالت کے لئے منتخب کرتا ہے اسے بعض مافوق الفطرت اختیارات عطا کرتا ہے اور نبی یا رسول چونکہ اللہ کا مقرب ہوتا ہے اس لئے وہ خدا سے جو چاہے منوا سکتا ہے، ان کا خیال تھا کہ نبی حقیقت کے اعتبار سے انسان سے ماوراء ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے بعض مافوق الفطرت اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کیا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفین نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر وہ واقعی رسول ہیں تو ان کی آنکھوں کے سامنے ایسے کام کر کے

---

(۱۲) مستدرک حاکم جلد سوم صد ۱۶۹

(۱۳) صحیح بخاری جلد دوم صد ۱۰۹، مسند طیالسی صد ۶ شمائل ترمذی صد ۲۳

(۱۴) القرآن الکریم الاعراف ، ۱۸۷ ، یونس ۴۹ (۱۵) ایضاً۔ جن ۲۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دکھائیں جو ایک عام انسان کے بس میں نہیں ہیں۔ کیونکہ ایک عام انسان اس دنیا میں جو کچھ کرتا ہے وہ اسباب و ذرائع کے تحت کرتا ہے اور اسباب کے بغیر اس کے لئے کچھ کرنا ممکن نہیں ہے اور چونکہ نبی، اللہ تعالیٰ کا مقرب ہوتا ہے اس لئے اسے مافوق الاسباب طور پر کام کرنے کا اختیار ہونا چاہیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مطالبہ کے جواب میں فرمایا : قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔

کہہ دیجئے اللہ پاک ہے، میں تو محض ایک بشر رسول ہوں (۱۶)

اس سے اگلی آیت کے الفاظ یہ ہیں ۔ :-

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ۝

لوگوں کے پاس جب ہدایت آجاتی ہے تو انہیں اس پر ایمان لانے سے یہ چیز روکتی ہے۔ کہ وہ کہنے لگتے ہیں کہ کیا خداوند تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے ؟ (۱۷)

غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ نبوت کے ہر مرحلے پر عقیدۂ توحید کو مکمل وضاحت کے ساتھ پیش کیا اور امت کو شرک کے گناہ عظیم سے بچنے کی ترغیب و ترہیب فرمائی۔ شرک کی مذمت کے بارے میں ارشادات نبوی ملاحظہ ہوں۔

حضرت معاذ ابن جبل فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کچھ حقوق ہیں جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح بندوں کے کچھ حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لئے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ :-

(أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا)

وہ اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں ۔

اور بندوں کا یہ حق اللہ کے ذمے ہے کہ (لَا يُعَذِّبُ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا)

اسے عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتا (۱۸)

حضرت معاذ بن جبل ہی سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

(۱۶) ایضاً بنی اسرائیل ۹۳ (۱۷) ایضاً بنی اسرائیل ۹۴

(۱۸) صحیح بخاری جلد دوم صہ ۸۶۲، صحیح مسلم جلد اول صہ ۴۴، ابوعوانہ جلد اول صہ ۱۶، مسند طیالسی ص ۲۶

© rasailojaraid.com

لا تشرک باللہ شیئًا وان قُتلتَ او حُرِّقت

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کر خواہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے(۱۹)

حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لا تشرک باللہ شیئًا وان قطعت او حرّقت

اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کر خواہ تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے(۲۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ توحید کی تبلیغ اور شرک کی مذمت میں بسر ہوا۔ آپ نے اپنے پاک عمل سے شرک کی تمام تر قدیم و جدید صورتوں کو ختم کیا اور بنی نوع انسان کو وحدانیت الٰہ کا تصور دے کر شرف انسانیت کا درس دیا۔

---

(۱۹) مسند امام احمد بن حنبل، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸ (۲۰) سنن ابن ماجہ ص ۳۰۱

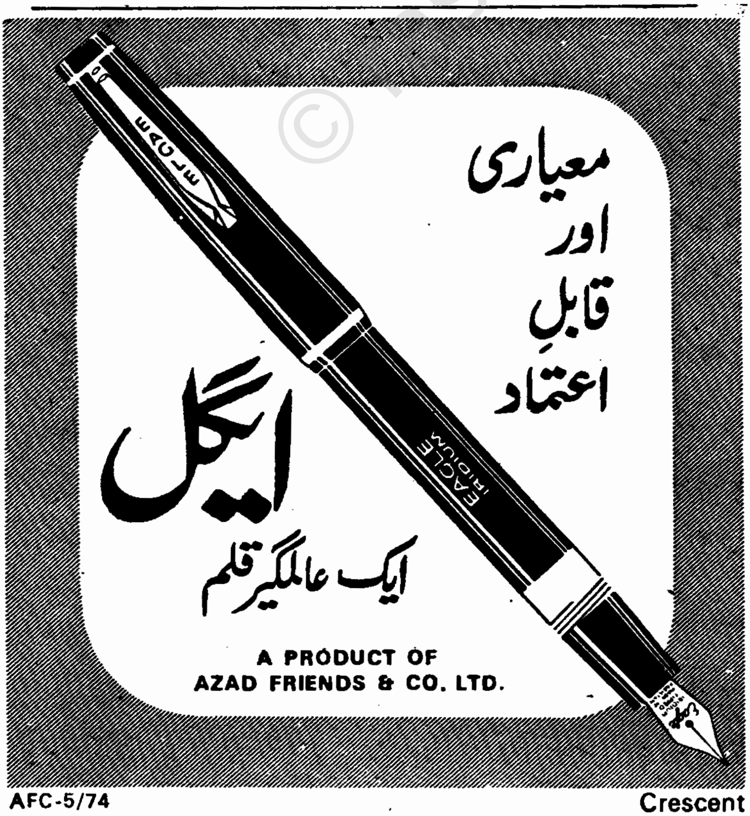

AFC-5/74 Crescent

© rasailojaraid.com